21

اپنے اندر غیرت پیدا کرو مگر بے رحم نہ بنو اور اپنے اندر رحم پیدا کرو مگر بے غیرت نہ بنو

(فرمودہ 11 جولائی 1941ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"انسانی جذبات بسا اوقات اس کی عقل کے ساتھ ٹکرا جاتے ہیں اور بسا اوقات اس کی عقل پر اس طرح پردہ پڑ جاتا ہے کہ وہ عقل کے مطالبات کو محسوس ہی نہیں کر سکتا اور اگر عقل کے مطالبات اس کے ذہن میں آتے بھی ہیں تو ان کو ناممکن قرار دے دیتا ہے۔ ہزاروں ہزار واقعات دنیا میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ لوگ اشتعال کی حالت میں خود اپنے فائدہ کو بھول جاتے ہیں اور اپنا نفع ان کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ سینکڑوں مائیں ایسی پائی گئی ہیں کہ جنہوں نے اپنے ہمسایہ کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنے بچوں کو قتل کر دیا اور سینکڑوں مائیں ایسی پائی جاتی ہیں جنہوں نے دوسروں کے بچوں یا عورتوں کو قتل کرنے کے بعد اپنے بچوں کو قتل کر دیا تا معلوم ہو کہ کسی اشتعال کے ماتحت انہوں نے ایسا کیا ہے۔ پھر ہزاروں ہزار انسان ایسے پائے جاتے ہیں جو ذاتی رنجشوں اور اختلافات کی بناء پر مذہب یا قوم کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں انسان ایسے پائے جاتے ہیں۔ جو اشتعال میں اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں ایک نہیں دو نہیں، سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ اشتعال کے وقت لوگ

عقل کے تقاضوں اور مذہب کے تقاضوں کو بھول جاتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے جو ہمارے لئے ہر امر میں ہدایت مہیا کرنے والے ہیں اور جنہوں نے ہماری ہر ضرورت کو مدنظر رکھا ہے۔ایسے مواقع کے لئے نہایت اچھا نسخہ بتایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جب اشتعال آئے تو اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ اور بیٹھے ہو تو لیٹ جاؤ اور اگر پھر بھی اشتعال باقی رہے تو ٹھنڈا پانی پی لو۔اس میں دو باتیں بتائی ہیں اور دو حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ جگہ کے بدلنے سے اشتعال میں کمی آ جاتی ہے اور وقت کے تبدیل ہو جانے کی وجہ سے بھی اشتعال میں کمی آ جاتی ہے۔ دوسرے یہ کہ بعض اوقات اشتعال کا موجب ظاہری اور مادی اسباب بھی ہوتے ہیں۔ ٹھنڈا پانی پینے کی ہدایت جو آپ نے فرمائی اس کے معنے یہ ہیں کہ جوش اور غصہ کی وجہ سے خون کھول رہا ہوتا ہے اور خون کے کھولنے سے دماغ کی وہ حس جس سے انسان سوچتا اور سمجھتا ہے باطل ہو جاتی ہے۔جوش کی وجہ سے بعض اوقات دماغ کی رگ پھٹ جاتی ہے اور فالج گر جاتا ہے جس کے نتیجہ میں نہ عقل باقی رہتی ہے، نہ ذہن کام کے قابل رہتا ہے اور نہ قوت حافظہ باقی رہتی ہے۔اورانسان ایک لٹھ کی طرح پڑا رہتا ہے۔ بعض دفعہ آدمی بول بھی نہیں سکتا یا اگر بول سکتا ہے تو اس کی عقل ٹھکانے نہیں ہوتی یا اگر عقل ٹھکانے ہو تو وہ ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتا۔ تو خون میں جوش کی وجہ سے ظاہری حواس مارے جاتے ہیں اور اسی کی وجہ سے بعض اوقات فالج گر جاتا ہے اور وہی خون جس سے انسان کی عقل قائم ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے وہ سوچتا سمجھتا اور سب کام کرتا ہے جوش کی وجہ سے رگ پھٹ کر اگر اس کی تھوڑی سی مقدار بھی دماغ کی طرف نکل جائے تو حواس مارے جاتے ہیں اور ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔اس قسم کی حالت کو روکنے کے لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر انسان کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اور غصہ کی وجہ سے خون زیادہ جوش مار رہا ہو اور لیٹنے سے بھی دور نہ ہو تو ٹھنڈا پانی پی لے۔1 ۔اس سے اس کی حالت اچھی ہو جائے گی اور عقل عود کر آئے گی۔ کھڑا ہوا انسان اگر بیٹھ جائے

تو اشتعال میں کمی آ جائے گی اور اگر بیٹھنے سے کمی نہ ہو تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ جوش اتنا زیادہ ہے کہ بیٹھنے سے بھی ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اس صورت میں آپ نے لیٹ جانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ لیکن اگر اس سے بھی آرام نہ ہو تو ٹھنڈا پانی پی لینے سے حالت درست ہو جائے گی کیونکہ اس سے معدہ سرد ہو جائے گا اور چاروں طرف سے خون اسے گرم کرنے کے لئے جمع ہو جائے گا اور اس طرح اشتعال میں کمی ہو جائے گی۔ طبی طور پر بھی یہ نہایت لطیف بات ہے جس سے خون کی حدت دور ہو جاتی ہے اور علم النفس کی رو سے بھی یہ بہت عجیب بات ہے کیونکہ وقت اور حالت کی تبدیلی سے ان جذبات کا قبضہ کمزور ہو جاتا ہے جو پہلی حالت کے لئے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ بعض لوگ جب کسی خاص مقام پر پہنچتے ہیں تو کوئی دوست یاد آ جاتا ہے مگر وہاں سے چلے جائیں تو وہ یاد بھی بھول جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی کو کسی مقام پر کوئی گالی دے اور وہ حالت کو تبدیل کرے یعنی اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے تو حالت کی اس تبدیلی کے ساتھ ہی اس کی دماغی کیفیات میں بھی تغیر پیدا ہو جائے گا اور اشتعال میں کمی آ جائے گی۔ قرآن کریم نے اس بات کو اور بھی لطیف رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اس جگہ سے ہٹ جاؤ جہاں گالیاں دی جاتی ہیں۔ یہ اشتعال کو دور کرنے کا انتہائی نسخہ ہے جو قرآن کریم نے بتایا ہے یعنی اگر کھڑے ہونے کی حالت میں بیٹھنے سے اور بیٹھنے کی حالت میں لیٹنے سے آرام نہیں ہوتا تو اس مجلس سے ہی چلے جاؤ۔ جگہ کی تبدیلی سے دماغی کیفیت میں بہت بڑا تغیر ہو جاتا ہے اس سے ایک تو وہ شخص سامنے نہیں رہتا جس پر غصہ آ رہا ہو۔ دوسرے وہ نظارہ بھی سامنے نہیں رہتا۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ یوں تو انسان کی طبیعت میں غصہ پیدا نہیں ہوتا۔ ایک شخص اسے گالی دے رہا ہے مگر یہ اسے بیوقوف سمجھ کر ہنس دیتا ہے لیکن معاً اس کی نظر اپنے پہلو پر پڑتی ہے تو اسے ایک ایسا دوست وہاں کھڑا نظر آتا ہے جو پہلے ہی اسے بزدل کہا کرتا تھا اسے دیکھ کر معاً اسے خیال ہوتا ہے کہ اگر میں چپ رہا اور اس گالی کا انتقام نہ لیا تو میری بزدلی کے متعلق

میرے اس دوست کی رائے پکی ہو جائے گی اور وہ اس شخص کی گالی سے نہیں بلکہ اس دوست کو دیکھ کر غضب میں آ جائے گا کیونکہ وہ سمجھے گا کہ اس وقت میرا چپ رہنا آئندہ کے لئے میرے واسطے مشکلات پیدا کر دے گا۔ بعض دفعہ اس کا کوئی عزیز یا بیوی بچے سامنے ہوتے ہیں۔ جن کے سامنے وہ ہمیشہ اپنی بہادری بتایا کرتا ہے اور ان کو ہر روز ڈانٹتا رہتا ہے اور کہتا رہتا ہے کہ مَیں تمہاری خبر لوں گا۔ اس لئے ان کی موجودگی میں اگر کوئی اسے گالی دے تو وہ سمجھتا ہے کہ اگر مَیں چپ رہا تو یہ لوگ خیال کریں گے کہ یہ تو بالکل زنخا ہے۔ ہم پر تو ہر وقت رعب ڈالتا رہتا ہے مگر دوسروں کے سامنے چپ ہو جاتا ہے۔ پس وہ گالی سننے کی وجہ سے نہیں بلکہ بیوی بچوں پر رعب قائم رکھنے کے خیال سے جوش میں آ جاتا ہے۔ پس کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دوسرے موجبات اصل بات سے بھی زیادہ جوش دلانے والے ثابت ہوتے ہیں اور اس مقام یا نظارہ کی وجہ سے جوش آ جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر آدمی اس جگہ سے ہٹ جائے تو چونکہ وہ بیوی بچے جن کی موجودگی اس کے لئے وجہ اشتعال ہو سکتی تھی۔ سامنے نہ ہوں گے اور نظارہ بدل جائے گا اس لئے اس کا جوش بھی ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ نہ اس کے بیوی بچے سامنے ہوں گے اور نہ اس کو ان پر اپنا رعب قائم رکھنے کے لئے غصہ آئے گا یا اس کا دوست سامنے نہ ہو گا۔ تو بزدلی کے الزام سے بچنے کے لئے اس کے اندر کوئی جوش بھی پیدا نہ ہو گا۔ اسی طرح اسے گالی دینے والا بھی اس کے سامنے نہ رہے گا تو جوش کم ہو جائے گا۔ اور صرف وہاں سے ہٹ جانے کی وجہ سے خود بخود ایسے سامان پیدا ہو جائیں گے کہ اس کا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا۔

پس اشتعال کے دور کرنے کے لئے قرآن کریم نے یہ نسخہ بتایا ہے کہ انسان اس جگہ سے ہٹ جائے 2 اور رسول کریم ﷺ نے اس کی تشریح میں جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی دراصل وہاں سے ہٹ جانے کے ہی مترادف ہے آپ نے جو یہ فرمایا کہ آدمی کھڑا ہو تو بیٹھ جائے۔ بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اور پھر بھی غصہ دور نہ ہو

تو ٹھنڈا پانی پی لے۔ یہ بھی دراصل وہاں سے چلے جانے کے ہی مترادف ہے اور یہ بھی دراصل قرآن کریم کے وہاں سے چلے جانے کے حکم کی تشریح ہے اور اس کے چھوٹے درجے بیان کئے گئے ہیں۔ اور یہ بھی ایک قسم کا غصہ کے مقام سے ہٹ جانا ہی ہے کہ کھڑا ہوا آدمی بیٹھ جائے یا بیٹھا ہوا لیٹ جائے یا ٹھنڈا پانی پی لے۔ تھوڑے اشتعال کے وقت بیٹھ جانا یا لیٹ جانا یا ٹھنڈ اپانی پی لینا ہی کافی ہے۔ یہ تھوڑے جوش کے وقت فائدہ دیتا ہے لیکن اگر اشتعال زیادہ ہو تو قرآن کریم کا بتایا ہوا نسخہ فائدہ دے جاتا ہے اور حقیقی طور پر وہاں سے چلے جانے سے اشتعال دور ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم کے اس حکم کی حکمت یہی ہے کہ اشتعال کے نتائج ہمیشہ بُرے ہوتے ہیں۔ اشتعال کی وجہ سے اگر کوئی ایسی بات کی جائے جو نیکی ہو تو وہ بھی انسان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور نہ اسے خدا تعالیٰ کے قریب کر سکتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک لڑائی کے موقع پر ایک شخص بڑے جوش کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ صحابہ نے دیکھا تو کہا اللہ تعالیٰ اسے جنت نصیب کرے اس نے آج مسلمانوں کی اتنی خدمت کی ہے کہ کسی نے نہ کی ہو گی۔ رسول کریم ﷺ نے اسے لڑتے دیکھا تو فرمایا۔ اگر کسی نے دنیا میں چلتا پھرتا دوزخی دیکھنا ہو تو اسے دیکھ لے۔ صحابہ نے جو اس کی اتنی تعریف کرتے تھے یہ بات سنی تو بہت حیران ہوئے اور بعض کمزور طبائع نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ ایسی خدمت کرنے والے کو رسول کریم ﷺ نے دوزخی فرمایا ہے۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے دل میں خیال کیا کہ اگر اس شخص کے حالات ظاہر نہ ہوئے تو بعض لوگوں کے لئے یہ بات ابتلاء کا موجب ہو گی اس لئے میں نے کہا خدا کی قسم میں اس شخص سے جدا نہ ہوں گا جب تک کہ اس کا انجام نہ دیکھ لوں تا رسول کریم ﷺ کی صداقت ظاہر ہو چنانچہ مَیں اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ بڑی بہادری سے لڑتا رہا حتّٰی کہ سر سے پاؤں تک زخمی ہو کر گر پڑا اور شدتِ درد کی وجہ سے کراہنے لگا۔ لوگ اس کے پاس جنت کی مبارک دینے آتے اور کہتے کہ تمہارا انجام کیسا اچھا ہو رہا ہے کہ تم دین کے لئے ایسی بہادری

سے لڑتے ہوئے جان دے رہے ہو۔ مگر اس نے کہا مجھے جنت کی نہیں بلکہ دوزخ کی مبارک دو کیونکہ مَیں نے دین کی خاطر لڑائی نہیں کی بلکہ ان لوگوں سے مجھے ذاتی دشمنی تھی۔ بعض لوگوں کے اطمینان دلانے کے لئے تو یہی بات کافی تھی مگر اس بات کا بھی امکان تھا کہ وہ توبہ کر لے۔ اس لئے وہ صحابی کہتے ہیں۔ مَیں پھر بھی اس کے ساتھ ہی رہا حتّٰی کہ جب درد کی شدت نے اسے اور بھی بے قرار کر دیا تو اس نے نیزہ مار کر خودکشی کر لی۔ رسول کریم ﷺ مجلس میں تشریف فرما تھے کہ یہ صحابی وہاں پہنچے اور کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے عرض کیا کہ آپ نے فلاں شخص کے متعلق فرمایا تھا کہ جس نے دوزخی کو دیکھنا ہو اسے دیکھ لے۔ وہ شخص چونکہ بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا اس لئے بعض لوگوں کو شُبہ ہوا کیونکہ وہ سمجھتے تھے یہ بڑا مخلص ہے اور بڑی قربانی کر رہا ہے۔ ایسے کمزور لوگوں کی حالت کو دیکھ کر مَیں نے فیصلہ کیا کہ مَیں اس کے ساتھ رہوں گا جب تک کہ اس کا انجام نہ دیکھ لوں چنانچہ مَیں نے دیکھا کہ درد کی برداشت نہ کرتے ہوئے آخر اس نے نیزہ مار کر خودکشی کر لی۔ یہ سن کر آپ نے بھی کلمہ شہادت پڑھا اور گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔3 تو اشتعال کی وجہ سے اس کی یہ لڑائی جو اس کے لئے بہت بڑی نیکی بن سکتی تھی اس کے لئے عذاب کا موجب بن گئی۔ اگر وہ اپنے دل سے بُغض کو دور کر کے لڑتا اور یہ فیصلہ کر لیتا کہ مجھے غصہ تو ان لوگوں کے خلاف ہے ہی۔ مگر لڑائی کی نیت میں خدا تعالیٰ کے لئے کرتا ہوں تو کیا اس کی تلوار اس کے دشمنوں کو زخمی نہ کرتی۔ کیا وہ اس کے ہاتھ سے قتل نہ ہوتے۔ پھر بھی وہی ہوتا جواَب ہوا مگر یہ لڑائی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بن جاتی اور وہ بہت بڑے ثواب کا حقدار ہو جاتا مگر اشتعال کی صورت میں یہ اس کے لئے عذاب کا موجب ہو گئی اور اشتعال کے اثر کے ماتحت دیکھ لو۔ اس نے کس طرح اپنے اوپر رحمتِ الٰہی کا دروازہ

بند کر لیا۔ اگر وہ دانائی اور عقل سے کام لیتا اور نیت کو بدل لیتا اور سمجھتا کہ میری طرف سے خدا تعالیٰ میرے دشمنوں سے بدلہ لے رہا ہے اور اپنی لڑائی اسلام کے لئے لڑتا ہے تو پھر بھی اس کی تلوار اس کے دشمنوں کو زخم لگاتی اور پھر بھی وہ اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوتے پھر بھی وہ اپنے دل کا جوش نکال سکتا مگر اس کے ساتھ اس کی لڑائی عبادت میں داخل ہوتی۔ وہ جہاد کے ثواب کا مستحق ٹھہرتا۔ دوزخ کی بجائے جنت میں جاتا اور فرشتوں کی لعنت کی بجائے رحمت کا مستحق ہوتا۔ رسول کریم ﷺ بھی بجائے یہ فرمانے کے کہ جس نے دوزخی زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا ہو اسے دیکھ لے۔ فرماتے کہ جس نے جنتی زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا ہو دیکھ لے۔ دیکھو کتنا چھوٹا سا فرق ہے۔ عقل کے ذرا سے پھیر سے کچھ کا کچھ ہو سکتا تھا مگر اشتعال کی وجہ سے وہ کہاں سے کہاں چلا گیا۔ تو ایک ذرا سے تغیر کے ساتھ انسان کچھ کا کچھ بدل جاتا ہے۔ وہی کام اس کے لئے نیکی بن جاتا ہے اور وہی بدی ہو جاتا ہے۔ وہی کام خدا تعالیٰ تک پہنچا دیتا ہے۔ اور وہی دوزخ میں گرا دیتا ہے۔ دیکھو ایک طرف تو یہ شخص ہے جسے خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی کمان میں لڑنے کی توفیق دی۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے دوش بدوش لڑائی کرنے کا موقع دیا اور جہاد میں شریک ہونے کی توفیق دی مگر اس نے اشتعال کی وجہ سے اتنی عظیم الشان نعمت کو ردی کر کے پھینک دیا۔ اس کے بالمقابل ایک ایسا ہی موقع حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش آیا۔ جنگِ احزاب (یا جنگِ خیبر) کے موقع پر ان کی ایک کافر کے ساتھ لڑائی ہوئی اور حضرت علیؓ نے اسے زمین پر گرا لیا۔ اسے گرانے سے پہلے آپ کو بہت دیر تک اس سے کُشتی کرنی پڑی لیکن جب گرانے کے بعد اسے قتل کرنے کے لئے آپ اس کے سینہ پر بیٹھ گئے تو اس نے آپ کے مُنہ پر تھوک دیا۔ جب اس نے تھوکا تو حضرت علیؓ فوراً اسے چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ اس پر وہ بہت حیران ہوا اور حیرت سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ تم میری تلوار سے تو نہ ڈرے حالانکہ مَیں ایک مشہور شمشیر زن ہوں۔ پہروں لڑائی ہوتی رہی اور تم نے بڑی مصیبت اور مشکل سے مجھے

گرایا۔ اس لڑائی کے دوران میری تلوار اور نیزہ سے ڈر کر پیچھے نہ ہٹے مگر میرے تھوک دینے سے مجھے چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ یہ بات کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ جب تم نے میرے مُنہ پر تھوکا تو مجھے غصہ آگیا اور مَیں نے سمجھا کہ اس غصہ کی حالت میں اگر میں نے تم کو مار دیا تو مَیں خدا تعالیٰ کا گنہگار ہوں گا کیونکہ اس کے معنے یہ ہوں گے کہ مَیں نے غصہ کی وجہ سے اپنے دشمن کو قتل کر دیا۔ حالانکہ مَیں یہاں اس لئے لڑنے نہیں آیا کہ تم سے میری کوئی ذاتی دشمنی ہے بلکہ اس لئے آیا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کے دشمن ہو اور اس کے دین کو مٹانا چاہتے ہو اور اگر ذاتی غصہ کی حالت میں مَیں تمہیں قتل کر دیتا تو بجائے مجاہد بننے کے قاتل ٹھہرتا۔ اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس وقت تک تم سے الگ رہوں جب تک کہ میرا غصہ دور ہو کر عقل کا توازن درست ہو جائے اور میری ساری خواہشات خدا تعالیٰ کے تابع ہو جائیں۔ دیکھو دونوں کو ایک سے حالات پیش آئے۔ دونوں کو غصہ آیا۔ ایک نے تو لڑائی ہی اس غصہ کی وجہ سے کی اور دوسرے نے غصہ کی حالت میں لڑائی بند کر دی اور نیچے گرائے ہوئے دشمن کو چھوڑ کر الگ ہو گیا حتّٰی کہ غصہ دور ہو کر خدا تعالیٰ کے لئے لڑائی کرنے کی حالت پیدا ہو جائے۔

غرض ایک ہی کام اگر اشتعال کے ماتحت کیا جائے تو انسان نیکی سے محروم ہو جاتا ہے اور وہی اگر اشتعال سے الگ ہو کر کیا جائے تو نیکی بن جاتا ہے پھر اس سے بھی اعلیٰ مدارج ہوتے ہیں وہاں نفس کو اور بھی دبانا پڑتا ہے حتّٰی کہ ان کاموں میں نفس کا کوئی دخل ہی نہیں رہتا اور وہ خالص دین ہی دین ہو جاتے ہیں۔

ہم میں سے بعض لوگ ہیں کہ جب ان کو غصہ آتا ہے تو اشتعال کی وجہ سے ان کا دل چاہتا ہے کہ دشمن کو پیس ہی ڈالیں وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی یہی کرتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں کو مار ڈال، پیس دے، ان کا بیڑہ غرق کر دے اور ان کا کچھ بھی باقی نہ رہنے دے اور وہ اپنے دل میں سمجھتے ہیں کہ ہم دین کے لئے

بڑی غیرت دکھاتے ہیں۔ ہم میں بڑا تقویٰ ہے کہ دوسروں کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔ مگر ہم ایک طرف اس ہستی کو دیکھتے ہیں جس نے ہمیں دین سکھایا جس کے بغیر ہم دین کو ہرگز نہ جان سکتے تھے کہ لوگ اسے مارتے ہیں۔ کُتے پیچھے ڈالتے ہیں۔ ایک طرف سے کُتے کاٹنے کو دوڑتے ہیں اور دوسری طرف سے لڑکے پتھر مارتے جاتے ہیں اور آپ زخمی ہونے کی حالت میں بھاگے جاتے ہیں کہ رستہ میں ایک فرشتہ ملتا اور کہتا ہے کہ آپ کے ساتھ ان لوگوں نے جو سلوک کیا وہ خدا تعالیٰ کو بہت ناپسند ہوا اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر آپ کہیں تو ان لوگوں کے ساتھ لوط کی بستی والا سلوک کیا جائے۔ یعنی اس بستی کو اُلٹا کر پھینک دیا جائے۔ مگر آپ جواب دیتے ہیں کہ اگر یہ شہر اس طرح تباہ ہو گیا تو مجھ پر ایمان کون لائے گا۔ 4 مَیں یہ نہیں چاہتا۔ میں تو ان لوگوں کی ہدایت چاہتا ہوں۔ مکہ والوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی سختیاں کی تھیں۔ مگر اس قسم کا وحشیانہ سلوک صرف طائف والوں کا ہی حصہ تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ طائف کو سب سے آخر میں ایمان نصیب ہوا۔ مکہ بھی آخر میں مسلمان ہوا اور طائف اس کے بھی بعد۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بھی بد دعا نہیں کی بلکہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہونے لگا تو پھر بھی سفارش ہی کی اور یہی کہا کہ اے میرے خدا یہ لوگ جانتے نہیں کہ یہ کیا کرتے ہیں۔

ہم لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ ہم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو غیرت نہیں ہو سکتی۔ دین کے لئے جو غیرت آپ کے دل میں ہو سکتی تھی وہ ہم میں سے کس کے دل میں ہو سکتی ہے۔ کئی نادان بعض کمزور حدیثوں کی بناء پر کہا کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا مشورہ یہ تھا کہ بدر کے قیدیوں کو قتل کر دیا جائے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا جائے۔ 5 اور وہ کہتے ہیں کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ اللہ تعالیٰ کو اس بات پر اتنا غصہ آیا کہ قریب تھا کہ مسلمانوں کو تہ و بالا کر دیا جائے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا۔ حضرت عمرؓ

کے لئے اَور بہت سی بڑائیاں ہیں۔وہ مسلمانوں کے اندر ایک ایسے گوہر تھے کہ ان کی قدر نہ کرنا بہت بڑی ناشکری ہے مگر مَیں بچپن سے لے کر اب تک کبھی یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ یہ لوگ کس طرح حضرت عمرؓ کو بڑھانے کے لئے رسول کریم ﷺ کے مقام کو گھٹانے کی جرأت کرتے ہیں۔ اگر آج حضرت عمرؓ زندہ ہوں اور یہ احادیث ان کے سامنے پیش کی جائیں۔تو وہ کہیں کہ کاش! زمین پھٹ جائے اور مَیں یہ سننے کی بجائے اس میں سما جاؤں یہ نادان دیکھتے نہیں کہ قرآن کریم نے صاف فرمایا ہے کہ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعۡدُ وَ اِمَّا فِدَآءً 6 یعنی اول تو احسان کر کے قیدی چھوڑ دیئے جائیں نہیں تو فدیہ لے کر چھوڑ دیئے جائیں۔یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس بات پر خدا تعالیٰ کو پہلے اس قدر غصہ آیا کہ وہ مسلمانوں کو تباہ کرنے پر تیار ہو گیا۔بعد میں وہی حکم خود دے دیا اس کے تو یہ معنے ہیں کہ گویا بعد میں خدا تعالیٰ پچھتایا اور کہا کہ پہلے میں غلطی پر تھا۔دراصل بات وہی صحیح تھی جو محمد (ﷺ) نے کہی۔یہ بات خدا تعالیٰ کی ہتک ہے۔ہم مانتے ہیں کہ بعض احکام بدل بھی جایا کرتے ہیں مگر وہ عارضی حالات کے ماتحت ہوتے ہیں اور اگر ان میں کسی سے غلطی ہو جائے تو اس پر خدا تعالیٰ کو اتنا غضب نہیں آتا کہ قوم کی قوم کو تباہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ ایسا غضب صرف ان باتوں پر آتا ہے جو ازلی طور پر گناہ ہوں۔ مصلحتی احکام کے سلسلہ میں اس کا غضب اس طرح نہیں بھڑکا کرتا اور یہاں تو یہ حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا وہ آنحضرت ﷺ سے بھی زیادہ نرم ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اول تو احسان کر کے یونہی چھوڑ دو اور اگر اس طرح نہیں چھوڑ سکتے تو فدیہ لے لو۔ پھر عجیب بات یہ ہے کہ جس آیت کو اس بات کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے کہ جنگ کے قیدیوں کو مار ڈالنا چاہیئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک خونریزی نہ ہو نبی کے لئے جائز نہیں کہ قیدی بنائے اور بدر کی جنگ میں خونریزی تو ہو چکی تھی۔ اس لئے اعتراض کیسا؟ اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ پہلے خونریزی ہو تب قیدی بنانے جائز ہیں 7۔ اور اس پر آنحضرت ﷺ نے عمل کیا تھا۔ پھر آپ پر

ناراضگی کے کیا معنے؟

بہرحال حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ دین کے لئے کوئی غیرت مند نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمرؓ ہوں یا اَور کوئی۔ اور آپ کا عمل ہر جگہ بخشش، مہربانی اور نرمی کا رہا ہے اور آپ کے صحابہ کے اعمال بھی بخشش، مہربانی اور رحم کے تھے۔ انہوں نے کبھی شدید سے شدید دشمنوں سے بھی انتقام لینے کا خیال نہیں کیا۔ اور اگر کبھی صحابہ کو ایسا خیال آیا تو رسول کریم ﷺ نے اس کی اصلاح فرما دی۔ احادیث میں آتا ہے کہ اگر کبھی صحابہ جوش میں آ کر کسی دشمن پر لعنت کرتے تو آنحضرت ﷺ ان کو منع فرما دیتے۔8

پس مومن کو ہمیشہ نرمی کا پہلو اختیار کرنا چاہئے۔ دشمن کی یہ شرارت ہوتی ہے کہ وہ انگیخت کرتا ہے۔ کبھی کوئی گالی دے دیتا ہے کبھی کوئی طنز کر دیتا ہے۔ کبھی اعتراض ایسے رنگ میں کرتا ہے کہ جس سے اشتعال پیدا ہو۔ مگر مومن کا یہ کام ہے کہ اسے غصہ آئے تو پی جائے اور ایسی مجلس میں کبھی نہ جائے جو شخص مخالفوں کی ایسی باتیں سنتا ہے اور پھر بھی ان سے ملتا، ان سے باتیں کرتا اور ان سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ مومن نہیں۔ وہ بے غیرت اور بے ایمان ہے۔ اور جو جوش میں آ کر قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اسے بھی مومن نہیں کہا جا سکتا، وہ وحشی اور نافرمان ہے۔ مومن وہی ہے کہ جب کوئی ایسی بات سنتا ہے تو غیرت کی وجہ سے اسے جوش تو آتا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ مَیں اپنے خدا کے حکم کے ماتحت اپنے جوش کو ٹھنڈا کرتا ہوں۔ جو شخص ایسی باتیں کرنے والوں سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ بے حیا اور بے غیرت ہے۔ مومن ہرگز نہیں اور جو ایسی بات سن کر جوش میں آتا اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ وہ وحشی اور نافرمان ہے۔ مومن کا رستہ درمیانہ ہوتا ہے اور وہ جب ایسی بات سنتا اور غیرت کی وجہ سے اسے جوش آتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اسے دباتا اور ایسے لوگوں سے قطع تعلق کر لیتا ہے کئی لوگ ایسے بے غیرت اور بے حیا ہوتے ہیں کہ وہ ایسی باتیں سننے کے باوجود دشمنانِ سلسلہ سے

تعلق رکھتے ہیں اور قرآن کریم کی بعض آیات بے موقع سنا سنا کر اپنے رحیم کریم ہونے کا استدلال کرتے ہیں اور اپنی اس بے غیرتی اور بے حیائی کو چھپانا چاہتے ہیں۔ مگر ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہوتے بلکہ یہ بے شرمی اور بے غیرتی ہے۔ گو ایسے لوگ ایمان کے کتنے دعوے کریں مگر وہ ہرگز مومن نہیں ہوتے۔ اسی طرح جو لوگ جوش میں آ کر قانون کو ہاتھ میں لیتے ہیں وہ بھی مومن نہیں بلکہ وحشی اور نافرمان ہیں۔ کامل مومن وہی ہے جس کا دل ہر ایسی بات کو سن کر غیرت میں بھر جاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے حکم کو سامنے رکھ کر وہ چپ ہو جاتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ سے اپیل کرتا ہے کہ مجھے جوش تو بہت آتا ہے مگر چونکہ تیرا حکم ہے کہ اپنے جوش کو بند رکھو۔ اس لئے مَیں اسے بند رکھتا ہوں۔ تُو خود ان دشمنوں سے انتقام لے۔ ایسے ہی مومن کے لئے خدا تعالیٰ غیرت دکھاتا ہے اور کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا تعالیٰ سے زیادہ غیرت کوئی انسان دکھا سکتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ غیرت نہیں دکھاتا تو اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہمارے اندر غیرت نہیں ہوتی۔ اس لئے خدا تعالیٰ بھی غیرت نہیں دکھاتا یا پھر ہمارے اندر جھوٹی غیرت ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے ہم قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت ابو بکرؓ کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ آپ خاموش رہے۔ وہ شخص دیر تک آپ کو بُرا کہتا رہا۔ آخر آپ نے جواب دیا۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ اب تک تو فرشتے آپ کی طرف سے جواب دے رہے تھے لیکن اب جو آپ نے خود جواب دینا شروع کر دیا۔ تو میں نے دیکھا کہ فرشتے یہ کہتے ہوئے آسمان کو واپس جا رہے تھے کہ اب یہ خود جواب دینے لگ گیا ہے اب ہماری یہاں ضرورت نہیں۔ 9 تو اللہ تعالیٰ کی غیرت یا تو ایسے بے غیرتوں کے لئے نہیں بھڑکتی جو اصل میں شعائر اللہ اور دین کے ساتھ ہنسی کرنے والوں کے خلاف سچی غیرت نہیں رکھتے اور یا ان لوگوں کے لئے نہیں بھڑکتی جو ایسے جوشیلے ہوں کہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ سے بھی بڑا غیرت مند ظاہر کرنا چاہیں۔ کہتے ہیں

ماں سے زیادہ چاہے کُٹنی کہلائے۔ جو لوگ خدا تعالیٰ سے بھی زیادہ غیرت دکھانا چاہتے ہیں اور اس سے پہلے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ ان کے لئے بھی خدا تعالیٰ غیرت نہیں دکھاتا۔ وہ کہتا ہے یہ اپنا کام خود کرتا ہے ہمیں اس کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

خدا تعالیٰ اسی کے لئے غیرت دکھاتا ہے جس کے دل میں دین کے لئے سچی غیرت ہو۔ جو ہر بدگو، ہر طنز کرنے والے، ہر طعن کرنے والے اور سلسلہ کے خلاف ہر منصوبہ کرنے والے سے اجتناب کرتا ہے اور ایسے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اگر کسی مجلس میں دین سے استہزاء ہو رہا ہو تو فوراً اٹھ کر چلا جاتا ہے۔ اس کے دل میں جوش آتا ہے مگر وہ خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اسے دبا لیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ نے جوش کی وجہ سے قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں دی اس لئے مَیں اپنے جوش کو دباؤں گا۔ ایسے شخص کے لئے خدا تعالیٰ خود آسمان سے اترتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے کو تکلیف پہنچی مگر اس نے میرے لئے صبر کیا لیکن مَیں صبر نہیں کروں گا بلکہ بدلہ لوں گا اور اسے تکلیف پہنچانے والے کو مَیں خود سزا دوں گا اور خدا تعالیٰ سے بڑھ کر بدلہ لینے والا اور کون ہو سکتا ہے؟ جسے خدا تعالیٰ سزا دے اس کے لئے کوئی چارہ گر بھی نہیں ہو سکتا۔ لوگ لاٹھی مار کر ایک دوسرے کا سر پھوڑ دیتے ہیں مگر ڈاکٹر اس کا علاج کر کے اچھا کر دیتے ہیں۔ پیٹ میں خنجر گھونپ دیتے ہیں مگر ڈاکٹر علاج کر کے بچا لیتے ہیں اور اگر وہ مر بھی جائے تو گورنمنٹ انتقام لیتی ہے اور مجرم کو سزا دیتی ہے بعض اوقات ایک شخص کے قتل پر دس بیس لوگوں کو پھانسی دے دیا جاتا ہے مگر دیکھو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے لئے غیرت دکھائی اور طاعون سے ایک کروڑ انسان ہلاک کر دیئے۔ کیا اتنی اموات کے نتیجہ میں گورنمنٹ کسی ایک شخص کو بھی پھانسی دے سکی۔ کتنا عظیم الشان فرق ہے خدا تعالیٰ اور بندے کی سزا میں۔ بندے کی سزا اس کے مقابلہ میں حقیقت ہی کیا رکھتی ہے۔

فرض کرو کسی مومن نے ایک کافر کو مار دیا اور اس وجہ سے ایک مومن کو بھی موت کی سزا ہو گئی۔ فائدہ کیا ہوا۔ قرآن کریم نے ایک مومن کو دس کافروں کے برابر قرار دیا ہے۔ 10 اس لئے گویا ایک کافر کو مارنے سے دس مومن ضائع ہوئے۔ یہ دس گُنا نقصان ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے گزشتہ جنگ عظیم میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہوئی، کروڑوں جانیں تلف کر دیں۔ یہ جنگ بھی خدا تعالیٰ کا نشان تھا۔ پھر انفلوئنزا پھوٹا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا نشان تھا۔ اس میں کروڑوں جانیں ضائع ہوئیں۔ کابل میں ہیضہ پھوٹا جس سے 85 ہزار جانیں ضائع ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ایک سید عبد اللطیف صاحب شہید کے بدلہ میں وہاں 85 ہزار آدمی مار دیئے۔ افغانستان کی کُل آبادی 70، 80 لاکھ ہے ان میں سے 85 ہزار کے مر جانے کے یہ معنی ہیں کہ گویا ہر سو میں سے ایک مر گیا اور اس قدر تباہی کے عوض کسی کو پھانسی پر لٹکانا تو درکنار کسی کے پاؤں میں کانٹا بھی نہ چبھا۔ ہندوستان میں دس پندرہ سال کے اندر طاعون سے ایک کروڑ آدمی مرے۔ انفلوئنزا سے سال بھر میں دو کروڑ آدمی خدا تعالیٰ نے مار دیا۔ اور یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پیشگوئیوں کے مطابق ہوا۔ پھر زلزلہ آیا اور ایک منٹ کے اندر اندر کانگڑہ اور اس کے نواحی علاقہ میں بیس ہزار آدمی مر گئے۔ 11 پھر اور بھی کئی زلازل آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق آئے اور لاکھوں جانیں ضائع ہوئیں۔ لیکن ان سب کے بدلہ میں کسی ایک شخص کو بھی سزا نہ دی جا سکی۔ کیونکہ یہ انتقام لینے والا خدا تھا اس لئے کسی کو کوئی گرفت نہ کر سکا۔

پس مَیں جماعت کے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ یہ ایام بہت نازک ہیں۔ ہماری کامیابی اور ترقی کو دیکھ کر دشمن ذلیل باتوں پر اتر آیا ہے اور ہمیں اشتعال دلاتا ہے۔ قادیان میں بھی اور باہر بھی ایسی کوشش کی جا رہی ہے اس لئے دوست اپنے جذبات پر قابو رکھیں اور جن مجالس میں ایسی باتیں ہوں وہاں سے اٹھ کر چلے جائیں۔ بکثرت استغفار کریں اور ایسی مجالس سے جہاں اشتعال دلانے کی

کوشش کی جائے دور رہیں۔ بجائے اس کے کہ قانون کو ہاتھ میں لے کر خدا تعالیٰ سے زیادہ باغیرت بننے کی کوشش کریں۔ جب خدا تعالیٰ کا حکم ہو کہ خاموش رہو تو بولنے کے یہ معنے ہیں کہ گویا یہ شخص بہت غیرت والا ہے اور خدا تعالیٰ غیرت والا نہیں۔ اور کیا کوئی عقلمند ایک منٹ کے لئے بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ خدا تعالیٰ بے غیرت ہے اور یہ باغیرت ہیں؟ پس اپنے نفسوں کو قابو میں رکھو اور دعائیں کرتے رہو کہ خدا تعالیٰ خود ان باتوں کا بدلہ لے۔ ہماری دعاؤں میں بھی کبھی سزا کا پہلو مدنظر نہیں ہونا چاہئے۔ مجھے تو یاد نہیں کہ مَیں نے بچپن سے لے کر اب تک کبھی کسی شدید سے شدید دشمن کے لئے بھی بغیر شرط کے بد دعا کی ہو اور شرطی طور پر بھی بد دعا ساری عمر میں دو تین بار ہی کی ہو گی اور وہ بھی کسی خاص موقع پر جب سلسلہ کا بہت نقصان ہوتا نظر آرہا ہو۔ ایسے وقت میں بھی مَیں نے یہ نہیں کہا کہ اے خدا دشمن کو تباہ کر دے بلکہ یہی کہا کہ اگر اس کی اصلاح ممکن نہیں اور سلسلہ کو اس کی زندگی سے نقصان ہے تو اسے ہمارے رستہ سے ہٹا دے۔ ایسی بد دعا بھی دو تین مواقع کے سوا مَیں نے کبھی نہیں کی اور بد دعا تو کبھی بھی نہیں کی حتّٰی کہ مَیں نے تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے بھی کبھی بد دعا نہیں کی اور اگر کبھی ان کے متعلق جذبہ بھڑکا ہے تو یہی دعا کی ہے کہ الٰہی اگر یہ احمدی ہو جائے تو یہ تیرا بہت بڑا نشان ہو گا لیکن اگر ایسا مقدر نہیں تو پھر تو اس کے شر سے اپنے سلسلہ کو بچا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کو لکھا کہ میری بہن پر جنّ آتے ہیں وہ یہ یہ طاقتیں رکھتے ہیں۔ ایسی کرامات دکھاتے ہیں۔ آپ نے جواب میں اسے لکھا جو گھر میں ہمیں بھی سنایا کہ ان جنّوں سے کہو کہ اس غریب عورت پر کیوں آتے ہیں۔ کیوں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے سر پر چڑھ کر انہیں قادیان لا کر احمدی نہیں کرا دیتے۔ اس جواب سے ایک رنگ میں یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ خیال

محض ایک وہم ہے ورنہ جنّ وغیرہ کچھ نہیں مگر پھر بھی یہ نہیں کہا کہ وہ جن مولوی محمد حسین صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب کو مار دیں بلکہ یہی فرمایا کہ ان سے کہو ان کو قادیان لے آئیں اور بیعت کرا دیں۔ اس عورت بیچاری کو کیوں ستاتے ہیں۔

پس مومن کے دل میں رحم کا پہلو غالب رہنا چاہیئے۔ مگر ساتھ ہی غیرت کا بھی ضروری ہے۔ یہ مقام گو بہت نازک ہے مگر مومن کو یہی مقام پیدا کرنا چاہیئے۔ بعض لوگ رحم پیدا کرتے ہیں تو بے غیرت بن جاتے ہیں اور کئی غیرت پیدا کرتے ہیں تو بے رحم بن جاتے ہیں۔ کامل مومن وہی ہو سکتا ہے جس نے ان دونوں کو ایک جگہ جمع کر لیا اور ایسے ہی شخص کی طرف سے خدا تعالیٰ خود اس کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔" (الفضل 19 جولائی 1941ء)

---

1 ابو داؤد کتاب الادب باب مَا یُقَالُ عِنْدَ الْغَضَبِ

2 وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۙ (النساء:141)

3 بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر

4 مسلم کتاب الجہاد باب مَا لَقِیَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مِنْ اَذَی الْمُشْرِکِیْنَ وَ الْمُنَافِقِیْنَ

5 زرقانی جلد2 صفحہ 324 مطبوعہ بیروت 1994ء

6 محمد: 5

7 مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ (الانفال:68)

8 ترمذی ابواب البر و الصلة باب ما جاء فی اللعنة ، ابو داؤد کتاب الادب باب فی اللعن

9 مسند احمد بن حنبل جلد2 صفحہ 436 مطبوعہ بیروت 1978ء

10 يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ (الانفال:66)

11 تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 393